(۱)

عہدِ صدیقی کا اقتصادی جائزہ

جناب ڈاکٹر خورشید احمد فارق صاحب پرفیسر شعبۂ عربی دہلی یونی ورسٹی

ابوبکر صدیق کے عہد خلافت کا اقتصادی جائزہ لینے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ کی وفات کے وقت اسلام کے سیاسی و اقتصادی پوزیشن پر ایک طائرانہ نظر ڈال لی جائے تاکہ عہدِ صدیقی کا پس منظر قارئین کے ذہن میں مستحضر ہو جائے۔

ظہورِ اسلام کے وقت جزیرہ نمائے عرب میں چار مذاہب کے پیرو پائے جاتے تھے۔ عیسائی، یہودی، پارسی اور عرب، عیسائی، یہودی اور پارسی اقلیت میں تھے، عربوں کو اکثریت حاصل تھی۔ پارسی اقلیت بحرین اور ساحل عُمان پر پھیلی ہوئی تھی، خلیج فارس اور بحر ہند کی معتدبہ تجارت ان کے ہاتھ میں تھی۔ عیسائی اور یہودی، عمان، یمن، حجاز اور نجد کے بہت سے سرسبز اور قدرتی وسائل سے بھرپور علاقوں پر قابض تھے، زراعت اور تجارت ان کا خاص ذریعہ معاش تھا، ملک کے باقی حصوں میں بت اور ستارہ پرست عرب آباد تھے، یہ طبقہ معاشی اعتبار سے پچھڑا ہوا تھا، بادیہ پیمائی، اونٹ اور بکری چرانا، کھجور اور جو کی کاشت، بخت و اتفاق کے کھیل جیسے تیر اندازی اور گھوڑ دوڑ ان کے خاص مشاغل تھے۔ تینوں مذہبی اقلیتوں نے رسول اللہ کی دعوت اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا، انکار کے بعد رسول اللہ نے ان کے لئے دو راستے کھلے چھوڑے تھے: یا تو ایک مقررہ ٹیکس (جزیہ) کے بالمقابل اپنی جان، مال اور مذہب کو محفوظ کر کے اسلام کی مذہبی اور سیاسی ماتحتی قبول کرلیں یا اسلام کے سپاہیوں سے جنگ کے لئے تیار ہو جائیں اور بصورت شکست اپنے بالغ مردوں کی جان، اپنی آزادی، مال اور بال بچوں

سے ہمیشہ کے لئے ہاتھ دھولیں۔ ان خوشحال اور عافیت پسند اقلیتوں نے جنگ اور اس کی تباہ کاریوں سے بچنے کے لئے جزیہ دینا قبول کرلیا لیکن دل سے وہ اسلام کے بداندیش رہے اور جزیہ نیز اسلامی ماتحتی سے نجات پانے کے آرزومند۔ عرب اکثریت کے بہت سے اشخاص بالخصوص عرب رئیسوں نے اسلام کے موٹے موٹے ارکان جیسے نماز اور روزہ مان لئے تھے، بعض نے سچے دل سے لیکن بیشتر نے حالات کے دباؤ یا وقتی مصلحت کے ماتحت، عربوں کے سواد اعظم کو نہ اسلام سے دلچسپی تھی، نہ رسول اللہ سے عقیدت، وہ اپنی روایتی زندگی پر قانع ہی نہیں تھے بلکہ اس پر فخر بھی کرتے تھے اور اپنی اخلاقی واجتماعی آزادی اور گاڑھی کمائی میں کسی قسم کی کتربیونت برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔

قریش کو جو مکہ کے بادشاہ، عربوں کے سب سے بڑے قومی تیرتگاہ کعبہ کے متولی اور بڑے تاجر تھے سارے ملک میں ایک امتیازی شان اور وقار حاصل تھا اور سب عرب ان کی عظمت کے معترف تھے۔ ۸ھ میں رسول اللہ کے ہاتھوں قریش کی شکست (فتح مکہ) اور ۹ھ میں رسول اللہ کے ایک بڑے لشکر کی شام پر چڑھائی (غزوۂ تبوک) نے عربوں کے دل میں نئے مذہب کی دھاک بٹھادی تھی اور اسی دھاک کے زیر اثر ان کے رئیسوں نے اسلام قبول کرلیا تھا اور مدینہ کی بالادستی تسلیم کرلی تھی لیکن مشکل سے سال ڈیڑھ سال ہی گزرا تھا کہ جزیرہ نمائے عرب کے تین نسبتہً متمدن اور خوشحال علاقے مدینہ کے تسلط سے نجات پانے کے لئے سرگرم عمل نظر آنے لگے۔ یمن کے عربوں نے اسود عنسی کی قیادت میں، شمالی نجد کے بنوحنیفہ نے مسیلمہ حنفی اور غربی نجد کے قبائل نے طلیحہ اسدی کی سرکردگی میں تیور بدل لئے اور مدینہ کی ماتحتی کا جوا اتارنے کا اعلان کردیا۔ یمن اور نجد کی ان بغاوتوں سے جزیرے نما کے بہت سے عربوں کو حوصلہ ملا لیکن چونکہ ان کی طاقت کم تھی اس لئے وہ کھل کر بغاوت نہ کرسکے اور مناسب موقع کا انتظار کرنے لگے۔ یہ موقع ان کو رسول اللہ کی بے وقت وفات اور ابوبکر صدیق کی خلافت سے حاصل ہوا۔

جزیرہ نمائے عرب میں اسلام کے مذہبی وسیاسی عدم استحکام کے برخلاف اسلام کی اقتصادی

پوزیشن رسول اللہ کی وفات کے وقت کافی مضبوط اور اطمینان بخش تھی، رسول اللہ اور ان کے ہاشمی رشتہ دار مرفہ الحال ہو گئے تھے، مہاجرین قریش، اصحاب صفہ اور درجنوں انصاری گھرانے بھی مالدار ہوتے جا رہے تھے۔ رسول اللہ کے خزانے کے لئے کبھی خشک نہ ہونے والے سوتے کھل گئے تھے، خزانے کی دولت زر وسیم جنس اور مویشیوں پر مشتمل تھی، مویشیوں میں بکری اور اونٹ کے علاوہ ایک بڑی تعداد گھوڑوں کی تھی جن کو اسلام کی اشاعت، اس کے سیاسی استعلا اور مخالفین کے استیصال کی مہم میں بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ رسول اللہ نے مدینے سے بسمت مکہ ساٹھ ہیغشم میل جنوب مشرق میں کئی میل لمبے چوڑے، پانی اور چارے سے بھرپور ایک میدان کو جو نقیع[1] کے نام سے مشہور تھا، حمی بنا لیا تھا، اس میں جہاد کے گھوڑے رکھے جاتے تھے کسی غیر کو اس میں چرانے کی اجازت نہ تھی۔ ۹ھ میں جب رسول اللہ نے سرحد شام (تبوک[2]) پر حملہ کیا تو ان کے عربی گھوڑوں کی تعداد دو چار سو نہیں دس ہزار تھی، گھوڑوں کے علاوہ فوج میں بارہ ہزار اونٹ بھی تھے[3] گھوڑے اتنے مہنگے اور ان کی خوراک کا مسئلہ اتنا ٹیڑھا تھا کہ جزیرۃ العرب کے کسی واحد حکمران یا رئیس کے لئے ہزار دو ہزار گھوڑے رکھنا بھی مشکل تھا۔ رسول اللہ کے خزانے کا کبھی خشک نہ ہونے والا سوتا، مدینہ (یثرب)، نصف خیبر اور نصف فدک کے یہودیوں کے خالصہ نخلستان اور زراعتی فارم تھے[4] جن کی آمدنی کا بیشتر حصہ رسول اللہ اسلام کا تسلط قائم کرنے کے لئے جنگی سامان اور گھوڑے فراہم کرنے پر صرف کرتے تھے۔ خالصہ نخلستانوں اور فارموں کے علاوہ رسول اللہ کو نصف خیبر اور نصف وادی القریٰ کا خمس[5] بھی ملتا تھا اور وہ بھی زیادہ تر فوجی تیاریوں پر صرف ہوتا تھا۔

---

[1] فتوح البلدان ص۱۵ و یاقوت (معجم البلدان، مصر) ۳۱۴/۸ و بکری (معجم ما استعجم، مصر) ص۱۳۲۴ - ۱۳۲۵۔

[2] مدینہ سے تقریباً تین سو میل (لو سے فرسخ) شمال مغرب میں سرحد شام کا ایک بڑا نخلستان اور تجارتی مرکز۔

[3] انساب الاشراف بلاذری، مصر ۳۶۸/۱، التنبیہ والاشراف مسعودی، لائڈن، ص۲۷۱-۲۷۲

[4] فتوح البلدان بلاذری، مصر، ص۲۳، ۲۴، ۲۶، ۲۹، ۳۰، ۳۲، وانساب الاشراف ۵۱۹/۱ وسنن کبریٰ بیہقی (حیدر آباد ہند) ۳۱۷/۶

[5] فتوح البلدان ص۳۰، ۳۱

رسول اللہ کی آمدنی کا ایک تیسرا ذریعہ جزیہ تھا جو جزیرۃ العرب کے ایک درجن کے قریب عیسائی، یہودی اور پارسی اقلیتوں سے وصول کیا جاتا تھا، اس کی مجموعی کمیت بتانا ہمارے لئے مشکل ہے لیکن اتنا بالیقین معلوم ہے کہ صرف نجران کے عیسائی جزیے کی مد میں سالانہ چالیس ہزار روپے[۱] قیمت کا کپڑا دیتے تھے۔ جزیے کی آمدنی کا بیشتر حصہ عسکری تیاریوں اور مہموں پر صرف ہوتا تھا۔ آمدنی کی چوتھی مد زکاۃ تھی جس سے نقد کے علاوہ غلہ اور مویشی بھی حاصل ہوتے تھے۔ زکاۃ کا کچھ حصہ مؤلفۃ القلوب اور محصلین زکاۃ پر خرچ ہو جاتا اور باقی مجاہدین اسلام کے لئے ہتھیار، جانور اور دوسرا ضروری سامان خریدنے پر۔ نبوی آمدنی کی پانچویں مد مال غنیمت کا خمس تھا، جس کے حصے وقتاً فوقتاً گذشتہ دس سالوں میں رسول اللہ اور ان کے سالاروں کے ساٹھ سے زیادہ جنگی مہموں کے دوران ملتے رہے تھے۔ خمس کے پانچ حصے کئے جاتے تھے، اس کا ایک حصہ رسول اللہ اپنے ہاشمی عزیزوں میں بانٹ دیتے اور چار حصے محفوظ کر لیتے اور ان کو نادار مسلمانوں کی امداد اور ان کو مسلح کرنے پر صرف کرتے تھے۔

ابوبکر صدیق کی خلافت

ابوبکر صدیق کی خلافت کو چند ہی دن گذرے تھے کہ ملک کے اکثر عرب اسلام سے منحرف ہو گئے، یمن، شمالی نجد اور مغربی نجد کے طاقتور قبیلے رسول اللہ کے آخر ایام حیات ہی میں اسلام اور مدینہ کی ماتحتی سے منہ موڑ چکے تھے۔ عرب انحراف کی مختلف شکلیں تھیں۔ بعض قبیلوں نے کہا کہ اگر محمد نبی ہوتے تو مرتے ہی نہیں لہذا ہم ان کے مذہب کو حق نہیں مانتے، بعض نے کہا کہ محمد کے انتقال سے نبوت کا خاتمہ ہو گیا اور ہم پر ان کے جانشین کی اطاعت لازم نہیں، بعض نے نماز پڑھنے اور زکاۃ دینے سے انکار کر دیا اور بعض نے نماز برداشت کر لی لیکن تقریباً سب ہی نے زکاۃ کو ناقابل احتمال اور مدینہ

---

[۱] فتوح البلدان ص ۶۳

کی ماتحتی کا نشان عار سمجھکر ٹھکرا دیا۔ مدینہ سے دور افتادہ علاقوں میں جو اس نئی بغاوت میں شریک ہوئے حضرموت اور مہرہ، شمال مشرق میں عمان اور بحرین خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ نجد کے تین اور حجاز کے معدودے چند قبیلوں کے علاوہ جو قریش کے زیر اثر تھے اور مدینہ کے رسالوں سے قریب ہونے کے باعث بغاوت کے انجام سے خائف بھی، باقی سارے قبیلوں نے مدینہ کی وفاداری ترک کرنے کا اعلان کر دیا۔ مدینہ کے مغربی مضافات میں یعنی وادی رمہ کی چراگاہوں میں بسنے والے تقریباً نصف درجن طاقتور قبیلوں نے باہمی تعاون کا معاہدہ کر کے ابوبکر صدیقؓ سے مطالبہ کیا کہ ان کو زکاۃ سے معافی دی جائے ورنہ وہ بغاوت کر کے حکومت مدینہ کا تختہ الٹ دیں گے۔

بگڑتے ہوئے حالات سے فائدہ اٹھا کر مکہ کے قریش اور طائف کے ثقیف نے بھی اسلام سے اپنا رشتہ توڑنے کا ارادہ کر لیا لیکن رسول اللہ کے مصلحت اندیش گورنروں اور کچھ دوسرے محتاط اکابر نے شخصی رسوخ سے کام لے کر ان دونوں مقتدر قبیلوں کے باغیانہ رجحانات کو دبائے رکھا۔

اس سنگین اور سخت تشویشناک صورت حال میں ابوبکر صدیق کو اسلام کے اقتصادی استحکام نے سب سے زیادہ تقویت پہنچائی جس کی عمارت رسول اللہ اپنی زندگی میں مضبوط بنیادوں پر اٹھا گئے تھے۔ ابوبکر صدیق نے عربوں کا یہ چیلنج قبول کر لیا اور تہیہ کیا کہ باغیوں کو تلوار کے ذریعے رام کریں گے جیسا کہ ان کے مشہور قول سے ظاہر ہوتا ہے: بخدا اگر عربوں نے زکاۃ کے اونٹ کا ایک بندھن تک روکا تو میں ان سے لڑوں گا۔[۱]

اپنے عزم کی تکمیل کے لئے سب سے پہلا قدم جو ابوبکر صدیق نے خلیفہ بننے کے چند ہی دن بعد اٹھایا یہ تھا کہ اسامہ بن زید کی وہ مہم روانہ کر دی جسے رسول اللہ نے اپنی علالت کے دوران جنوب مشرقی فلسطین کی ابنیٰ نامی بستی پر انتقامی غارتگری کے لئے مامور

---

[۱] تاریخ ردہ، ندوۃ المصنفین دہلی، ص ۲۰، ۲۳

کیا تھا اور جوان کی بگڑتی ہوئی حالت کے باعث روانہ نہ ہو سکی تھی۔ یہ مہم رسول اللہ نے اُبنیٰ فتح کرنے یا اس کو باجگذار بنانے کے لئے نہیں بھیجی تھی بلکہ اس کا مقصد وحید اُسامہ کے والد اور رسول اللہ کے چہیتے پروردہ زید بن حارثہ اور چچازاد بھائی جعفر بن ابی طالب کا انتقام لینا تھا جو ۹ھ میں مؤتہ[1] پر فوج کشی کے دوران شامیوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ عن عُروۃ عن اُسامۃ بن زید أن رسول اللہ بعثہ إلی أُبنی فقال: ائتہا صباحاً ثم حرّق[2]۔ اس مہم کو موجودہ نازک حالات میں جبکہ مرکز خلافت کئی طرف سے وادی رُمہ کے باغی قبیلوں سے گھرا ہوا تھا۔ مدینہ کے ارباب رائے خلاف مصلحت قرار دے رہے تھے، اس کے باوجود ابوبکر صدیق مہم بھیجنے پر مصر تھے، ان کی رائے تھی کہ اس کا دور ونزدیک ہر جگہ چرچا ہوگا اور عربوں کو معلوم ہو جائے گا کہ مدینہ میں ایک منظم حکومت موجود ہے جو فوجی اعتبار سے بھی اتنی طاقتور ہے کہ عربوں کی بغاوت کو خاطر میں نہ لاکر قیصر جیسے طاقتور بادشاہ کی شاہی قلمرو پر حملہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ ان کا خیال تھا کہ اس مہم کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ عربوں میں مدینہ کی دھاک اور فوجی طاقت کا اثر تو ایسا رعب بیٹھ جائے گا کہ وہ اپنے باغیانہ ارادوں سے باز آجائیں گے۔

اُسامہ بن زید کی فوج تین ہزار سپاہیوں، بہت سے اونٹوں اور ایک ہزار گھوڑوں[3] پر مشتمل تھی۔ اگر اسلام کی پوزیشن کمزور ہوتی اور باغیوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ہتھیاروں اور گھوڑوں کا توڑ ہوتا تو ابوبکر صدیق ڈپلومیٹک فوائد کے باوجود یہ مہم بھیجکر اسلام اور مرکز خلافت کو جو کئی طرف سے دشمن قبیلوں سے گھرا ہوا تھا، خطرے میں ڈالنے کے لئے تیار نہ ہوتے۔ اسامہ بن زید کی مہم کا بھیجنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ابوبکر صدیق کی ترکش میں ابھی بہت سے تیر موجود تھے جن سے

---

[1] بحر میت کے جنوب مشرق میں شام کی ایک بستی جہاں تلواریں بنائی جاتی تھیں۔

[2] بکری (معجم ما استعجم) صـ ۱۰۱

[3] سنن کبریٰ ۵/۳۱۲ وابن عساکر (تاریخ مدینہ دمشق) ۱/۱۲۳۔

وہ باغیوں اور حملہ آوروں کا خاطر خواہ مقابلہ کرنے پر قادر تھے۔ اس مہم سے بغاوت آمادہ عربوں کے حوصلے پست ہو گئے اور ان کی شرانگیز امنگوں کو کاری ضرب لگی۔ یہ اسامہ بن زید کی مہم کی ہی برکت تھی کہ وادی القریٰ سے سرحدِ شام تک بسنے والے عرب قبیلے اور قریب نصف درجن عیسائی اور یہودی علاقے بغاوت کی جسارت نہ کر سکے اور حسب سابق زکاۃ اور جزیہ ادا کرتے رہے۔

اُسامہ بن زید کے خروج کے چند دن بعد شمال مشرقی مضافات کے متعدد سربرآوردہ قبیلوں نے جو مدینہ کی ماتحتی سے نجات پانے کے لئے باہمی تعاون کا معاہدہ کر چکے تھے اور جن میں طُلیحہ کا طاقتور قبیلہ اسد بھی شامل تھا، مدینہ کو کئی طرف سے گھیر لیا، ان کے نمائندے یہ اعلان کر کے مدینہ میں داخل ہوئے کہ ہم نے خلیفہ سے زکاۃ معاف کرانا چاہتے ہیں لیکن ان کا اصل مقصد جاسوسی تھا اور یہ معلوم کرنا کہ مرکزِ خلافت میں دفاع کا کیا انتظام ہے، کتنی فوج اور کتنے گھوڑے ہیں۔ ابوبکر صدیق ان ڈھیٹ قبائل پر اتنے برہم تھے کہ انھوں نے ان کے وفد سے ملاقات تک نہیں کی اور کہلا دیا کہ زکاۃ تو زکاۃ اگر تم نے زکاۃ کے اونٹ کا بندھن تک دینے سے انکار کیا تو بری طرح خبر لی جائے گی۔ خلیفہ کے روکھے برتاؤ پر پیچ و تاب کھاتا اور حملے کی دھمکیاں دیتا وفد چلا گیا اور اپنے قبیلوں کو جا کر مطلع کیا کہ مدینہ کی ساری فوج اُسامہ بن زید کے ساتھ چلی گئی ہے اور شہر پر حملہ کر کے لوٹنے اور وہاں کی حکومت کا تختہ الٹنے کا بہترین موقع ہے، ان کو نہیں معلوم تھا کہ حکومت مدینہ کے ہزاروں فوجی گھوڑے ساٹھ میل دور نُقیع کی چراگاہوں میں محفوظ تھے اور مدینہ کے خزانے میں نہ پیسے کی کمی تھی اور اسلحہ خانے میں ہتھیاروں کی۔

وفد کی نامراد واپسی کے بعد ابوبکر صدیق چوکنا ہو گئے اور حملے کی توقع میں انھوں نے شہر آنے والے سارے راستوں کی ناکہ بندی کرا دی، تین دن بعد بے نیل مرام لوٹنے والے وفد کے باہم معاہد قبیلوں نے مدینہ پر حملہ کر دیا، صدیقی مورچوں نے ان کا منہ توڑ جواب دیا، معاہد قبیلوں کی قیادت طُلیحہ کے جرنل اور بھتیجا حبال کر رہا تھا، ابوبکر صدیق کے رسالوں نے اس کو بھی مار ڈالا۔ قبیلے بھاگ گئے اور اپنے اپنے علاقوں میں جا کر مخالفانہ سرگرمیوں میں مشغول ہو گئے۔

ابوبکر صدیق نے بڑے پیمانہ پر عسکری تیاری شروع کردی، گھوڑے اور اونٹ مدینہ کے باہر جمع ہونے لگے، فوج کے لئے کھجور، ستو اور ہتیار ذخیرہ کئے جانے لگے۔ مستقر حکومت کے مغربی و شمالی مضافات یعنی وادی رمہ اور نجد کے خطرناک باغیوں کی سرکوبی کے لئے تو انھوں نے خلافت کا عہدہ سنبھالنے کے دو تین ہفتے کے اندر ہی کئی فوجیں روانہ کردی تھیں، دو ماہ بعد جب اسامہ بن زید جنوبی شام کی بستی اُبنیٰ پر انتقامی غارتگری کر کے اپنی فوج کے ساتھ صحیح سلامت واپس آگئے تو ابوبکر صدیق نے دور کے باغیوں کو سزا دینے کے لئے مزید فوجیں روانہ کیں۔ رپورٹر بتاتے ہیں کہ انھوں نے جزیرہ نمائے عرب میں گیارہ[1] محاذ بنائے اور ہر محاذ کے لئے الگ الگ سالاروں کی کمان میں پیادہ فوج اور رسالے روانہ کئے اور ان کو حسب ضرورت برابر رسد اور کمک بھیجتے رہے۔ اتنے محاذوں کے لئے گھوڑے، ہتیار اور اونٹ دولت کے اسی سرچشمے سے فراہم کئے گئے جس کے سوتے رسول اللہ اپنی زندگی میں کھول گئے تھے۔

جیساکہ اوپر بیان کیا گیا مدینہ کے مغرب میں وادی القری سے سرحد شام تک عرب قبیلوں نیز عیسائی اور یہودی جزیہ گذار بستیوں نے اسامہ بن زید کی فوج سے خائف ہو کر کوئی قابل اعتراض حرکت نہیں کی تھی اس لئے ابوبکر صدیق کی تعزیری لشکر کا رخ مدینہ کے شمال، شمال مشرق، مشرق اور جنوب مشرق کی طرف تھا؛ ان سمتوں میں واقع جن علاقوں میں ابوبکر صدیق کی فوجوں نے جنگیں لڑیں ان میں بزاخہ، یمامہ، بحرین، عمان، مہرہ، حضرموت، یمن اور تہامہ کے معرکے مشہور ہیں۔ عرب باغی تعداد میں جتنے زیادہ اور اقتصادی اعتبار سے جتنے زیادہ طاقتور ہوتے اتنا ہی صدیقی فوجوں کا مقابلہ ان سے سخت ہوتا، اس کے باوجود ہر محاذ پر آخری فتح صدیقی افواج ہی کو نصیب ہوتی۔ بہت سے باغی یا باغی رجحان عرب جنگ کے شعلوں میں پھنس کر لڑتے ہوئے مارے گئے۔ ان کی ایک خاصی تعداد کو جن کا قصور زیادہ سنگین خیال کیا گیا، آگ میں ڈال کر جلادیا گیا[2]۔ جو گرفتار ہوئے

---

[1] طبری ۲۲۵/۳۔ [2] تاریخ ردہ صد ۵۳-۵۴۔

ان کو قتل کر دیا گیا اور ان کے بال بچے غلام بنا لیے گئے؛ بہت سے مویشی جن میں قیمتی گھوڑے بھی شامل تھے، نیز ہتیار، سامان اور زر و سیم فاتحین کے ہاتھ آیا اور اُس کا خُمس خلیفہ کے پاس مدینہ بھیجدیا گیا۔ اس طرح لگ بھگ دو سال ملک کے گوشے گوشے سے بغاوت، مخالفت اور سرکشی کا استھراؤ کر کے ابوبکر صدیق کے جنرلوں نے پھر جزیرۃ العرب میں اسلام کے پیر جما دئے، عرب کچھ اس بری طرح پامال ہوئے اور ان کے اکابر کو ایسی عبرتناک سزا دی گئی کہ اسلام کے مذہبی، سیاسی اور اقتصادی مطالبوں سے سرتابی کا سارا نشہ ان کے سر سے دور ہو گیا۔

اِن تعزیری مہموں پر حکومت مدینہ کا جتنا روپیہ صرف ہوا اس کی تلافی بڑی حد تک مال غنیمت سے ہو گئی، اس کے علاوہ زکاۃ کی وہ آمدنی کھل گئی جو سال ڈیڑھ سال پہلے عرب قبائل نے روک لی تھی۔ نیز جزیے کی وہ رقمیں بھی بحال ہو گئیں جو عُمان اور بحرین کی پارسی، عیسائی اور یہودی اقلیتوں نے علم عرب بغاوت سے فائدہ اٹھا کر بند کر دی تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عرب بغاوتیں مستقبل میں اسلام کی مذہبی، سیاسی اور اقتصادی پیش قدمی کے لئے چھپی ہوئی برکت ثابت ہوئیں، ان کی بدولت ہمیشہ کے لئے عرب اسلام کے مطیع ہو گئے، ان کی بدولت انھوں نے مدینہ کی غیر مشروط وفاداری ہی قبول نہیں کی اور اپنی گاڑھی کمائی میں سرکار مدینہ کو شریک ہی نہیں کیا بلکہ انھوں نے اسلام کی توسیع اور پیش رفت کے لئے اپنے دست و بازو کی ساری توانائی بھی اس کے قدموں میں رکھدی۔ ابوبکر صدیق نے طاقت کے اس سرچشمے سے فائدہ اٹھانے کی ٹھان لی جیسا کہ ہم ابھی دیکھیں گے۔

عراق اور شام پر فوج کشی

عرب۔ عراق سرحد پر متعدد عرب قبیلے عراق میں فارسی حکومت کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اور ابوبکر صدیق کے اوائل خلافت میں شاہی گھرانے کی ایک عورت بُوران کی تاج پوشی سے مزید حوصلہ پاکر جنوبی اور جنوب مغربی عراق پر ترکتاز کر رہے تھے۔ ابوبکر صدیق نے ان کی ہمت افزائی کی اور ان کی ترکتاز کو سرکار مدینہ کا تابع بنا کر فوج اور ہتیاروں سے ان کی مدد کی۔ صدیقی فوج

کی قیادت مشہور قریشی جنرل خالد بن ولید کے ہاتھ میں تھی۔ خالد نے شط العرب یعنی دجلہ اور فرات کے ڈیلٹا، حیرہ اور عراق کی شمالی مغربی سرحد کے فارسی شہروں پر کئی کامیاب حملے کر کے خوب مال غنیمت حاصل کیا، مدائن کسریٰ کے بعد عراق میں دوسرا سب سے اہم اور بڑا شہر حیرہ تھا جہاں صدیوں تک سرحد عراق کے تخمی عرب بادشاہ فارسی سلطنت کے زیر سایہ حکمران رہے تھے۔ حیرہ کے عرب رئیسوں نے پچاس ہزار روپے سالانہ پر خالد بن ولید سے معاہدہ کر کے اپنی جان بخشوالی، اور یہ رقم مرکزی خزانے کے حساب میں جمع ہونے لگی۔

۱۲ھ کے اواخر تک عرب بغاوتیں ملک کے طول و عرض میں ختم ہو چکی تھیں اور ابوبکر صدیق کے نمائندے اور محصلین زکاۃ چھوٹے چھوٹے حفاظتی دستے ساتھ لے کر عرب بستیوں اور شہروں کو جا چکے تھے اور اپنے نارمل فرائض انجام دینے لگے تھے۔ ابوبکر صدیق کے ہزاروں سپاہی محاذ جنگ سے واپس آ گئے تھے اور تعطل کی خطرناک زندگی گذار رہے تھے، پچھلی لڑائیوں میں بہت سے عرب خاندان اپنے کمانے والوں کی موت یا قتل سے بے سہارا ہو گئے تھے؛ فوجی ترکتاز اور لڑائی میں بہت سے نخلستان اور کھیت برباد ہو گئے تھے، عربوں کی اقتصادی شہ رگ یعنی اونٹ بڑی تعداد میں ہلاک ہو گئے تھے یا فاتحین مدینہ کے قبضے میں آ گئے تھے۔ ردہ لڑائیوں کے دوران بہت سے عرب اپنے پیشے اور بستیاں چھوڑ کر جنگلوں اور محفوظ ٹھکانوں کو بھاگ گئے تھے، یوں بھی عربوں کے ساتھ قدرت نامہربان تھی، ملک میں پانی کی سخت قلت تھی، بے آب و گیاہ ریگستان اور ننگے پہاڑ ملک میں ہر طرف پھیلے ہوئے تھے۔ ردہ لڑائیوں سے کاروبار، تجارت، زراعت اور باغبانی سب متاثر ہوئے تھے اور ایک عام تعطل، بے روزگاری اور ناداری کی فضا پھیل گئی تھی۔ عرب اکابر کے وفد ابوبکر صدیق کے پاس توثیق وفاداری کے لئے آتے تو اپنے علاقوں کی اقتصادی زبوں حالی سے مطلع کر کے مدد کے طالب ہوتے۔

ابوبکر صدیق ۱۳ھ کے حج سے فارغ ہو کر لوٹے تو جزیرہ نمائے عرب سے باہر جہاد کا ارادہ مصمم کر چکے تھے۔ مدنی قرآن میں لفظ جہاد اسلام کی مذہبی اشاعت، مسلمانوں کی اقتصادی خوش حالی اور سیاسی استعلاء کے لئے غیر مسلموں سے جنگ و قتال کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جزیرے نما کے

ایک پڑوسی ملک یعنی عراق میں جہاد کی مہم پہلے ہی شروع ہو چکی تھی اور فارسی حکومت کی کمزوری کے باعث برابر کامیاب ہوتی جارہی تھی؛ ابوبکر صدیق نے دوسرے پڑوسی ملک شام کی طرف توجہ مبذول کی۔ رسول اللہ شام کی فتح کی بشارت دے چکے تھے؛ عمدہ آب وہوا اور وسائل حیات کی فراوانی کے ساتھ شام حسن وجمال کی نعمت سے بھی مالا مال تھا۔ ابوبکر صدیق کو شام سے جذباتی لگاؤ تھا، وہ خود کئی بار بسلسلۂ تجارت شام کا دورہ کرکے وہاں کی صحت بخش آب وہوا، قدرتی برکتوں اور اعلیٰ تمدن سے متاثر ہو چکے تھے، اس کے علاوہ شام عرصے سے ان کے اسلاف کی تجارت کی ایک پر منفعت منڈی بھی رہا تھا جہاں آکر وہ حجاز اور یمن کا کپڑا، عطر نیز چمڑے کا سامان فروخت کرتے تھے اور عرب ضرورت کا سامان خرید کر حجاز، تہامہ، یمن اور ملک کے دوسرے بازاروں میں بیچتے تھے۔

مدینے کے باہر ایک کیمپ کھول دیا گیا اور بھرتی شروع ہو گئی۔ محرم ۱۳ھ کے دوسرے تیسرے ہفتہ میں ابوبکر صدیق نے چار فوجیں سرحد شام کے چار اہم نقطوں پر حملے کے لئے روانہ کر دیں۔ انہوں نے یمن کے قبائلی زعماء کو لکھا کہ وہ اپنے قبیلوں کو لے کر مدینہ آجائیں اور شام جاکر جہاد کریں اور خدا کے موعودہ انعاموں۔ شہادت اور غنیمت[1] سے بہرہ یاب ہوں۔ بہت سے یمنی جو ناداری یا بے روزگاری کا شکار تھے یا جن کے دل میں تلوار کے جوہر دکھا کر دنیوی اعزاز حاصل کرنے کی آرزو تھی، مدینہ آگئے اور حکومت کی طرف سے گھوڑے، ہتھیار اور زادِ راہ لیکر ان فوجوں میں ضم ہو گئے جو پہلے بھیجی جا چکی تھیں۔ مکے کے بہت سے خاندانی قریشی جو ردّہ بغاوتوں کے زمانے میں محض تماشائی بنے رہے تھے اب یہ دیکھکر کہ اسلام کی فاتح فوجیں شام جیسی خوش آیند، نعمتوں سے بھرپور اور حسن و جمال سے معمور سرزمین مسخر کرنے نکلی ہیں مدینہ کی طرف دوڑ پڑے اور وہاں مسلح ہو کر قسمت آزمائی کے لئے شامی مورچوں کو چلے گئے۔ جنوبی شام میں صدیقی فوج کے کمانڈر عمرو بن عاص کو غزہ کے بزنطی گورنر کے ساتھ ایک معنی خیز اور دلچسپ مکالمہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔ گورنر نے عربوں کی شام پر چڑھائی کے

---

[1] ابن عساکر ۱/۱۲۹

اسباب معلوم کرنے کے لئے جنگ سے پہلے ان کا ایک نمایندہ بات چیت کے لئے طلب کیا۔ عمرو بن عاص خود گورنر سے ملنے گئے، اس نے ان کی آؤ بھگت کی اور بتایا کہ عیص بن اسحاق بن ابراہیم کے واسطہ سے ہم عربوں کے رشتہ دار ہوتے ہیں۔ پھر اس نے پوچھا: تم نے کیوں ہمارے ملک پر حملہ کیا ہے؟ ہمارے تمہارے آباؤ اجداد نے جب زمین تقسیم کی تھی تو تمہارے حصے میں وہ علاقہ آیا جس پر تم قابض ہو اور ہمارے حصے میں وہ علاقہ آیا جس میں ہم آباد ہیں، ہمارا خیال ہے کہ قحط اور افلاس سے مجبور ہو کر تم نے ہمارے ملک پر یورش کی ہے، ہم تمہاری مدد کرنے کو تیار ہیں اور تمہیں مشورہ دیتے ہیں کہ اپنے ملک کو واپس چلے جاؤ۔ عمرو بن عاص نے کہا: ہمارے تمہارے رشتہ کی بات تو صحیح ہے لیکن آباؤ اجداد کی تقسیم منصفانہ نہیں تھی اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ از سر نو تقسیم کی جائے۔ یعنی تمہارے آدھے کھیت ہمارے حصے میں آجائیں اور ہمارے ملک کے آدھے کانٹے اور پتھر تمہارے حصے میں۔ قحط و افلاس کا جو تم نے ذکر کیا ہے تو سمجھ لو کہ شام آکر ہم نے ایک پودا دیکھا ہے جسے گیہوں کہتے ہیں، اسے کھا کر ہمیں اتنا لطف آیا ہے کہ ہم اس وقت تک یہ ملک نہیں چھوڑیں گے جب تک تمہیں غلام نہ بنالیں گے یا تم اس پودے کے کھیتوں میں ہمیں قتل کر دو گے۔[1]

چونکہ شامی حکومت اپنی سرحدی بستی اُبنیٰ پر اسامہ بن زید کے اچانک حملے کے بعد چوکنا ہو گئی تھی اور اس نے سرحدی شہروں میں دفاع کا انتظام کرلیا تھا اس لئے اول اول صدیقی فوجوں کو کوئی شاندار فتح یا بڑی غنیمت حاصل نہیں ہوئی۔ اگلے چار پانچ ماہ میں یعنی صفر ۱۳ھ سے جمادی الآخرة ۱۳ھ تک جب ابوبکر صدیق کا انتقال ہوا ہر مورچے پر جھڑپیں ہوتی رہیں جن میں کہیں صدیقی مجاہد پسپا ہوئے اور کہیں دشمن کو دبا کر آگے بڑھ گئے، ان کے اواخر حیات میں بمقام اَجنادَین[2] ایک بڑی لڑائی بھی ہوئی جس میں مسلمان فتحیاب ہوئے، ان کو کیا اور کتنا مال غنیمت ہاتھ لگا یہ ہم نہیں

---

[1] ابن عساکر ۱/۱۳۴-۱۳۵ [2] سرزمین اُردن کا ایک شہر۔ بکری ص ۱۱۲۔ یاقوت کی رائے میں اَجنادَین مغربی فلسطین میں واقع تھا۔ (معجم البلدان (لیبزگ) ۱/۱۳۶-۱۳۷

بتا سکتے کیونکہ ہمارے مراجع اس باب میں کوئی رہنمائی نہیں کرتے لیکن مال غنیمت کے اعداد و شمار سے زیادہ اہم بات جس سے حکومت مدینہ کی اقتصادی توانائی کا علم ہوتا ہے یہ ہے کہ انتقال کے وقت ابوبکر صدیق کی چھیالیس ۴۶ ہزار[۱] فوج جس میں رسالوں کی اکثریت تھی شام کے مورچوں پر لگی ہوئی تھی اور اس کی تقویت کے لئے پیہم رسالے اور رسد بھیجنے کا عمل جاری تھا۔

سطور بالا میں ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ کے قائم کردہ اقتصادی نظام کی مدد سے ابوبکر صدیق ملک میں ہر طرف پھیلی ہوئی بغاوتیں فرو کرنے اور کئی طاقتور حریفوں کو نیست و نابود کرنے ہی میں کامیاب نہیں ہوئے بلکہ اس کی بدولت جزیرہ نمائے عرب سے باہر شمال میں عراق اور مغرب میں شام جیسے مضبوط اور خوشحال ملکوں پر فوج کشی کرنے پر بھی قادر ہو گئے۔

اب ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ ابوبکر صدیق نے رسول اللہ کے بنائے ہوئے اقتصادی نظام میں (۱) کیا کیا تصرفات کیے اور کیوں (۲) ان کے عہد میں اقتصادی ترقی کے وسائل کیا تھے اور (۳) ابوبکر صدیق نیز مسلمانوں کی اقتصادی حالت کیسی تھی۔

رسول اللہ کے اقتصادی نظام کی عمارت ان بنیادوں پر قائم تھی:

(۱) یہودی قبیلے بنو نضیر کی غیر منقسم جائداد جو سات نخلستانوں پر مشتمل تھی[۲]۔

(۲) نصف خیبر کے نخلستان اور زراعتی فارم[۳]۔

(۳) نصف خیبر اور نصف وادی القریٰ کا خمس[۴] (جو نخلستانوں اور زراعتی اراضی کی شکل میں تھا)

(۴) نصف فدک کے نخلستان اور زراعتی فارم[۵]۔

(۵) مال غنیمت کا خمس۔ (۶) جزیہ۔ (۷) زکاۃ۔

---

۱ طبری ۴/۳۲۔ ۲ انساب الاشراف بلاذری (مصر) ۱/۵۱۸ وکتاب الخراج قرشی (مصر) ص۱۸ و اصابہ ابن حجر (مصر) ۳/۳۹۳ و یاقوت ۴/۱۲،۷۔ ۳ فتوح البلدان بلاذری (مصر) ص۲۶، ۳۱، ۳۳، ۳۵ وانساب الاشراف ۱/۵۲۔ ۴ فتوح البلدان ص۳۰، ۴۱۔ ۵ ایضاً ص۳۶ و سنن کبریٰ ۶/۳۱۷

زکاۃ کے علاوہ باقی مدوں کی آمدنی کا کچھ حصہ رسول اللہ اپنے اور اپنے متعلقین نیز اپنے ہاشمی اقارب پر صرف کرتے تھے اور باقی ماندہ بڑا حصہ جہادی سرگرمیوں اور فوجی طاقت کی توسیع کے لئے مخصوص تھا۔ عام بغاوتوں کے پیش نظر ابوبکر صدیق نے ان مدوں کی آمدنی رسول اللہ کی نسبت زیادہ بڑے پیمانے پر فوجی تیاری اور مفاد اسلام کے کاموں پر صرف کی اور اپنی نیز اپنے متعلقین کی ضروریات بھی اس سے پوری کیں لیکن جہاں تک ہم تحقیق کر سکے رسول اللہ کے اُن سینکڑوں من غلے اور کھجور کے سہام کے علاوہ جو انھوں نے خیبر کے خالصہ پیداوار سے اپنے ہاشمی اقارب کے لئے مقرر کر دیئے تھے[1] اور غنیمت وجزیے کے ان حصوں کے علاوہ جو صدیقی دور میں اہل مدینہ میں تقسیم ہوتے رہتے تھے ابوبکر صدیق نے ہاشمیوں کو سرکاری املاک اور آمدنی سے اور کچھ نہیں دیا۔ عن عروۃ (بن الزبیر) : أرادت فاطمۃ فدك وسهم ذوي القربى فأبى أبوبكر عليها وجعلها في مال الله[2] (يعني في السلاح والكراع)۔ عن قتادۃ : فلما قضى رسول الله وضع ابوبكر وعمر هذين السهمين سهم رسول الله وسهم قرابته، فحملا عليه في سبيل الله[3]۔ عن عائشۃ : إن فاطمۃ أرسلت إلى أبي بكر تسأله ميراثها من رسول الله وهي حينئذ تطلب ما كان لرسول الله بالمدينۃ (بنو نضیر کے علاقے میں واقع سات نخلستان مراد ہیں) وفدك وما بقي من خمس خيبر، فقال أبوبكر إن رسول الله قال : لا نورث ما تركناه صدقۃ ..... فأبى أبوبكر أن يدفع إلى فاطمۃ منها شيئا فوجدت من ذلك على أبي بكر ولم تكلمه حتى توفيت بعد ستۃ أشهر من وفاۃ أبيها فلما توفيت دفنها علي ليلا ولم يؤذن بها أبابكر[4]۔

(باقی)

---

[1] دیکھو سیرۃ ابن ہشام (لیبزگ) صد ۷۷۵، ۷۷۶ وفتوح البلدان صد ۳۵ [2] شرح نہج البلاغہ ۴/۸۶

[3] تفسیر طبری ۲۸/۳۸ [4] شرح نہج البلاغہ ۴/۸۱